بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قدس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

مئی 2015ء / رجب 1436ھ

جلد نمبر 7، شمارہ نمبر 5 - قیمت: 20 روپے

سالانہ ممبر شپ: 200 روپے - تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

- مذہبی طبقوں کے ناجائز مال کھانے کے طریقے (2)
- جو لوگوں پر رحم نہ کرے، اللہ اُس پر رحم نہیں کرتا
- مزدور اور محنت کش طبقوں کے حقوق؛ امام عبیداللہ سندھیؒ کا نقطہ نظر
- جمہوریہ یمن کا حالیہ بحران
- مجالس؛ افاداتِ علم و حکمت
- لعنت کا مطلب
- غلطیوں کو نہ دہرایا جائے
- یمن اور زیدیوں کی تاریخ پر ایک نظر
- بے علم بھی اندھا ہوتا ہے
- سرسید اور حقوقِ نسواں
- بے مثال ادب، جاں نثاری اور خود سپردگی کا واقعہ
- امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
- حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ؛ ایک شفیق مرشد اور مربی
- لاہور میں 36 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم''
- ملکی معاشی نظام میں مزدوروں کی اہمیت
- تقریب تکمیل بخاری شریف
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

ایک صاحب نے حضرت والا سے دریافت کیا کہ صحبت کا اثر مسلمات سے شمار ہوتا ہے، مگر لوط علیہ السلام کی بیوی، نوح علیہ السلام کی بیوی اور فرعون کی بیوی کا قصہ ظاہر کرتا ہے کہ اثر ہونا لازمی نہیں۔

اس پر حضرت اقدس نے جو فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''صحبت میں مناسبت شرط ہے اور عناد (ضد اور مخالفت) موانع (روکاوٹوں) میں سے ہے۔ یعنی اگر صحبت اٹھانے والے کو، جس کی صحبت اٹھا رہا ہے، اس سے مناسبت ہو اور ضد نہ ہو تو صحبت کا اثر ہوگا۔''

(مجلس: ۴؍رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ مطابق ۲؍اگست ۱۹۴۶ء۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 119۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ نزد ائیر پورٹ، شاہراہ فیصل، کراچی
092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111 ,1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

مذہبی طبقوں کے ناجائز مال کھانے کے طریقے 2

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (34:9)

(مسلمانو! یاد رکھو! (یہودیوں اور عیسائیوں کے) علما اور مشائخ میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جو لوگوں کا مالِ ناحق ناروا کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے اُنھیں روکتے ہیں۔)

(6) کتاب اللہ کے علم و تعلّم کو صرف اپنے ہی طبقے کے لیے مخصوص کرلیا کہ یہ عوام کے سمجھنے کی چیز نہیں۔ صرف تبرکاً سن کر ثواب کما لینے کی چیز ہے اور پھر جو بہ نیتِ ثواب سننا چاہے، اسے معاوضہ لے کر سنانے لگے۔ (7) عوام میں یہ اعتقاد پیدا کردیا کہ نجات کا سر رشتہ انھیں کے ہاتھ میں ہے۔ جسے چاہیں بخش دیں، جسے چاہیں، نہ بخشیں۔ اور پھر اس غرض سے اعترافِ گناہ (Confession) کا طریقہ رائج کیا۔ یعنی ہر عیسائی کے لیے ضروری ہوگیا کہ کسی پادری کے سامنے جو اس غرض سے مقرر ہو، اپنے گناہوں کا اقرار کرے اور وہ اسے مسیح کے نام پر بخش دے۔ (8) اس سے بھی بڑھ کر جلبِ زر کا یہ طریقہ نکالا گیا کہ مغفرت کے پروانے فروخت کیے جانے لگے۔ یعنی جو شخص ایک خاص مقررہ قیمت ادا کردیتا، اسے نجات کا مقدس پروانہ مل جاتا اور اس پروانے کے حصول کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ اب کتنے ہی معاصی و جرائم کیے جائیں، آسمان میں کوئی پُرسش نہ ہوگی۔ (9) طرح طرح کے تبرکات اور آثار بنائے تھے اور عوام کے دلوں میں اعتقاد پیدا کردیا تھا کہ جس کسی نے ان کی زیارت کرلی یا انھیں چھولیا، اسے دین و دنیا کی ساری برکتیں مل گئیں۔ مثلاً لکڑی کا کوئی ٹکڑا، جس کی نسبت یقین دلایا جاتا تھا کہ یہ اسی صلیب کا ہے، جس پر حضرت مسیحؑ کو سولی دی گئی تھی یا کسی سینٹ (Saint) کا ناخن یا کوئی کپڑا یا تسبیح۔ لوگ ان کی زیارت کرتے اور مقررہ نذریں ادا کرتے۔ (10) ''ناجائز طریقے پر مال کھانے'' کا ایک بڑا ذریعہ مقابر و مشاہد کی مجاوری بھی ہوئی۔ چناں چہ عیسائیوں میں یہ معاملہ اس قدر بڑھا کہ حج و زیارت کا مرکز یہی مقامات بن گئے اور ایک دنیا کی دولت وہاں سمٹ آئی۔ (11) چوں کہ دین میں اخلاص باقی نہیں رہا تھا، اس لیے جب کبھی دیکھتے کہ شریعت کا کوئی حکم ان کی دنیا پرستیوں میں روک ہے تو فوراً کوئی نہ کوئی شرعی حیلہ نکال لیتے۔ (12) جو مرجائے، اسے ثواب پہنچانے اور اس کے گناہوں کا کفارہ دلانے کے لیے مقررہ رقمیں وصول کرتے اور اس غرض سے طرح طرح کی رسمیں رائج کردی تھیں۔ (13) سب سے آخر، مگر سب سے اوّل یہ ہے کہ دین کی ساری باتوں کو یک قلم دوکان داری اور پیشہ بنالیا تھا۔ عالم اور درویش ہونے کے معنی ہی یہ ہوگئے کہ دین اور خدا کے نام سے پیشے کی روٹی کھانے والے، علم دین کا پڑھنا پڑھانا، مسائل دین کی تعلیم، فتویٰ نویسی، ہدایت و وعظ، قرأت و ذکر، کوئی کام ایسا نہ تھا جو بغیر دُنیوی معاوضے کے کیا جاتا ہو۔ قرآن نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے ان کی اس گمراہی کی طرف اس لیے اشارہ کیا، تاکہ واضح ہوجائے کہ ان کا ایمان سے محروم ہوجانا اور دین حق کا عملاً ترک کردینا دراصل ان کے علما و مشائخ کی ان گمراہیوں اور دنیا پرستیوں کا نتیجہ تھا۔

(تلخیص از ترجمان القرآن۔ ص: 405 تا 408)

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

جو لوگوں پر رحم نہ کرے، اللہ اُس پر رحم نہیں کرتا

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''لَایَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسِ.'' (رواه البخاری و مسلم)

(حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص پر اللہ کی رحمت نہ ہوگی، جو (اس کے پیدا کیے ہوئے) انسانوں پر رحم نہ کھائے گا اور ان کے ساتھ ترحم کا معاملہ نہ کرے گا۔)

رسول اللہ ﷺ اور اسی طرح آپؐ سے پہلے تمام انبیا علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین حق کی دعوت اور ہدایت لے کر آئے تھے۔ جو لوگ اُن کی دعوت قبول کرکے اُن کا دین اور ان کا راستہ اختیار کرلیتے تھے، وہ قدرتی طور سے ایک جماعت اور اُمت بنتے جاتے تھے۔ اس اُمت کے لیے جس طرح ایمان و یقین، تعلق باللہ اور اعمال و اَخلاق کی پاکیزگی اور جذبۂ دعوت کی ضرورت تھی، اسی طرح دلوں کے جوڑ اور شیرازہ بندی کی بھی ضرورت تھی۔ اگر دل پھٹے ہوئے ہوں، اتحاد و اتفاق کے بجائے اختلاف و انتشار اور خود آپس میں جنگ و پیکار ہو تو ظاہر ہے کہ نیابتِ نبوت کی یہ ذمہ داری کسی طرح بھی ادا نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اُمت کے افراد اور مختلف طبقوں کو خاص طور سے ہدایت و تاکید فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور باہم خیرخواہ اور خیراندیش اور معاون و مددگار بن کے رہیں۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے جو دوسرے قابلِ رحم انسانوں کے ساتھ ترحم کا برتاؤ نہ کریں، یعنی ان کی تکلیف اور ضرورت کو محسوس کرکے اپنے مقدور کے مطابق ان کی مدد اور خدمت نہ کریں، بڑی سخت وعید ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ: ایسے لوگ خداوندِ رحمٰن کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ الفاظ میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ اس کو بددعا سمجھا جائے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایسے لوگ خدا کی رحمت سے محروم ہیں۔

واضح رہے کہ چوروں، ڈاکوؤں اور اس طرح کے دوسرے مجرموں کو سزا دینا اور قاتلوں کو قصاص میں قتل کرنا' ترحم کی اس تعلیم و ہدایت کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہ بھی عوام کے ساتھ ترحم ہی کا تقاضا ہے۔ اگر مجرموں کو تعزیری قانون کے مطابق سخت سزائیں نہ دی جائیں تو بے چارے عوام' ظالموں کے مظالم اور مجرمین کے جرائم کا اَور زیادہ نشانہ بنیں گے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''اے اہل دانش! قصاص کے قانون میں تمھارے لیے زندگی کا سامان ہے۔'' (179:2)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و تعلیم میں عام انسانوں کی اس حد تک خیرخواہی و خیراندیشی اور ان کے ساتھ اتنا خلوص کہ جو اپنے لیے چاہے، وہ سب کے لیے چاہے اور جو اپنے لیے نہ چاہے، وہ کسی کے لیے بھی نہ چاہے، اعلیٰ درجے کے ایمانی اعمال و اَخلاق میں سے ہے۔ (معارف الحدیث: ص 92 تا 102)

www.rahimia.org

اداریہ

مزدور اور محنت کش طبقوں کے حقوق

امام عبیداللہ سندھیؒ کا نقطۂ نظر

ہندوستان کی ایسی فضا، جس میں مختلف قسم کے تعصّبات کے زیراثر خطے کی تقسیم اور یہاں کی انسانی آبادیوں میں نفرت کے بیج بوئے جارہے تھے اور مختلف گروہ اپنے اپنے طبقاتی مفادات کے زیراثر مورچے بنائے بیٹھے تھے۔ ایسے میں ہندوستان میں اصل مسئلہ، جو کہ غلامی کے نتیجے میں معاشی پس ماندگی کی شکل میں ایک بہت بڑا چیلنج بن کر قوم کے سامنے آکھڑا ہوا تھا، اس پر ولی اللّٰہی جماعت کے ترجمان امام عبیداللہ سندھیؒ کا مزدوروں، محنت کشوں اور کسانوں کے حقوق کی دوٹوک بات کرنا' ولی اللّٰہی جماعت ہی کا اعزاز ہے۔ ورنہ معاصر سیاسی جماعتیں فرقہ وارانہ حقوق کی جنگ میں خطے کی تقسیم کے لیے سرگرم تھیں۔ تاکہ وہ ایک مخصوص قطعہ زمین میں حق حکمرانی حاصل کرکے اپنے مفادات کو آئینی تحفظ فراہم کرسکیں۔ حال آں کہ اصل مسئلہ یہ تھا کہ دنیا میں بڑھتے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کے اثرات سے برعظیم کے اس خطے کو کیسے محفوظ رکھا جائے اور آزادی کے بعد اس قوم کے لیے آزاد سیاسی، اقتصادی اور معاشی نظام کا خاکہ کیا ہو۔

ایسے میں امام عبیداللہ سندھیؒ مزدوروں کے محروم طبقات کے متعلق فرماتے ہیں: ''انسانیت کی بڑی تعداد کو اب تک ایک گروہ نے دبائے رکھا۔ یہ مختصر گروہ کُل قوت اور اقبال کا مالک تھا۔ انسانیت کی یہ بڑی تعداد کسان اور مزدور کماتے اور اوپر کا یہ مختصر گروہ ان کی کمائی کو اپنا حق سمجھتا رہا۔ اور جو کماتے تھے، ان کو کھانے کو نہ ملتا تھا اور جو اُن کی کمائی پر رہتے تھے' وہ کمانے کو ذلت کا نشان سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کماؤ طبقے پس ماندہ اور ذلیل ہوتے گئے اور کھاؤ طبقے دولت اور اقتدار کے نشے میں انسانی اَخلاق سے گر گئے اور مجموعی طور پر ساری انسانیت کو گُھن لگ گیا۔ غضب یہ ہوا کہ اس دور میں علم، لٹریچر اور مذہب کے جو معیار بنے' ان کے پیش نظر بھی بس اسی مختصر گروہ کی خوشنودی رہی۔ ان کے رویے سے اگر سکون واطمینان ملتا تو زیادہ تر ان لوگوں کو' اور ذہن کو جلا ہوتی تو ان کی۔ تہذیب وتمدن کی برکتیں پھیلتیں' تو صرف ان کے گھروں یا محلوں تک، جو مراعات یافتہ طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ کسانوں اور مزدوروں کو اتنی مشقت کرنی پڑتی کہ انھیں کسی بات کا بھی ہوش نہ رہتا اور کبھی کبھار ان کے شعور کی آنکھیں کھل جاتیں' تو انھیں سلانے کے لیے خواب آور دواؤں کی کمی نہ تھی۔''

امام سندھیؒ کا خیال تھا کہ: ''جب تک ملک کی عام آبادی کی معاشی حالت ترقی نہ کرے، اُس وقت تک سیاسی ترقی ناممکن ہے۔'' وہ کہتے تھے کہ: ''ہم محنت کش طبقے کے لیے روٹی، کپڑے، تعلیم اور صحت کی اصلاح کو نظرانداز کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور اس میں ہم مسلم وغیر مسلم کا امتیاز بھی نہیں رکھتے۔'' ان کا کہنا تھا کہ: ''ہم مروّجہ نظامِ سرمایہ داری کو ردّ کرتے ہیں اور اپنے ملک کے موجودہ نظامِ سرمایہ داری کو توڑ کر ایک ایسے نظام کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں، جو محنت کش طبقوں کی فلاح کا ضامن ہو اور اسی محنت کش طبقے کے زیر اقتدار رہے۔'' وہ یہاں کی سیاسی پارٹیوں کو اس بات کی تلقین کرتے رہے کہ ہمارے ملک کی پارٹیاں اس کو اپنا نصب العین بنائیں کہ: ''ہمارے کاشت کار اور مزدوروں کا معیارِ زندگی یورپ کے باشندوں سے کم نہ ہو۔''

اسی سوچ اور نظریے کے پیش نظر امام عبیداللہ سندھیؒ 1924ء میں ''آزاد برصغیر کے دستوری خاکے'' کا ''ایک تاریخی منشور'' پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

☆ ملک کے بڑے طبقوں یعنی کاشت کار، مزدور اور دماغی محنت کش کو چھوٹی صنفوں، یعنی زمین دار اور سرمایہ دار کی طرح جمہوری گورنمنٹ کے ہر ایک شعبے میں نمائندگی کا حق ان کی تعداد کے مطابق دے کر اسے محفوظ کردیا جائے۔

☆ اقتصادی نظام مستقل طور پر ایسا قائم کیا جائے، جو محنت کش طبقے، یعنی کاشت کار، مزدور اور دماغی محنت کش کو قرض وافلاس سے بچانے کا ضامن ہو۔ اور ملک کو ایسے خارجی قرضے کا محتاج نہ بنائے، جس سے سیاسی آزادی سلب ہونے کا خطرہ پیدا ہوجائے۔

☆ کسانوں اور ان سے تعلق رکھنے والے پیشہ وروں کی ''کسان سبھائیں'' فیکٹری اور کارخانے میں کام کرنے والے مزدوروں کی ''انجمن ہائے مزدوراں'' (قائم ہوں۔)

☆ دفتروں اور تعلیم گاہوں میں کام کرنے والوں کی ''محافل محنت کشانِ دماغی'' بنانے کا ناقابل تنسیخ حق' محنت کش طبقے کو حاصل ہوگا۔ جن مجالس کے توسط سے وہ لوگ اپنے مطالبات پیش کریں گے اور انتخابات میں حصہ لیں گے۔ محنت کش طبقے کو حکومت سے ناراض ہونے کی صورت میں بھی ان مجالس کے فیصلے پر اسٹرائیک کا حق حاصل ہوگا۔

☆ کسانوں، مزدوروں اور دماغی محنت کشوں کو اپنی سبھاؤں، انجمنوں اور محفلوں کے توسط سے اپنے تناسب آبادی کے مطابق نمائندے بھیجنے کا حق حاصل ہوگا۔

☆ سوسائٹی کی دوسری جماعتوں یعنی زمین دار، ساہوکار، سرمایہ دار اور تاجر کو ان کی تعدادِ نفوس کے مطابق (پارلیمنٹ میں) حق نمائندگی ملے گا۔ کسی صورت میں بھی ان کی اہمیت کی بنا پر ان کو تعدادِ نفوس سے زیادہ حق نمائندگی نہیں دیا جائے گا۔

☆ انفرادی ملکیت (منقولہ وغیر منقولہ) محدود کردی جائے گی۔ معین حد سے زیادہ جائیداد قومی ملکیت قرار دی جائے گی۔

☆ ملک کی اراضی قومی ملکیت قرار دی جائے گی۔ اور نظام زمین داری منسوخ کردیا جائے گا۔ کسان اور گورنمنٹ کے سوا کسی کو اراضی سے تعلق نہ ہوگا۔

☆ ہر کاشت کار خاندان کو اس قدر اراضی ضرور دی جائے گی' جس قدر وہ خود کاشت کرسکے۔ اس زمین پر اس خاندان کا دوامی حق کاشت ایسے قانون کے ماتحت محفوظ کردیا جائے گا جو کسان سبھاؤں کی کونسل کے مشورے سے بنایا جائے گا۔

☆ کسان سبھاؤں کو سرکاری امداد بہ صورت قرض بلاسود دی جائے گی۔ اور ان کے لیے زراعتی مشینری نرم شرائطِ ادائیگی پر مہیا کی جائے گی۔

☆ کسان آبادی کے لیے حکومت مفت طبی امداد اور صاف ستھرے گھروں کا انتظام کرے گی۔

☆ سودی لین دین قطعاً بند کردیا جائے گا۔ محنت کش طبقے کے پُرانے قرض بے باق کردیے جائیں گے۔ حاجت مندوں کو امداد یا قرض بلاسود دینے کا مستقل انتظام ہوگا۔

☆ مزدوروں کے کام کا ایک دن (٦) گھنٹے سمجھا جائے گا۔ ہندوستانی مزدور کو سرد ملکوں کے مزدوروں کی طرح ٦ گھنٹے سے زیادہ کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

آزادی کے بعد ہمارے ملک میں سب سے زیادہ آزمائشوں سے دوچار مزدوروں اور محنت کشوں کے طبقے ہیں اور آئے دن اُن کی مشکلات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے میں اُن کے حقوق کی جنگ میں امام عبیداللہ سندھیؒ کے یہ افکار سنگ ہائے میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (مدیر)

عالمی منظر نامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

جمہوریہ یمن کا حالیہ بحران

عالم عرب میں جغرافیائی لحاظ سے سعودیہ کے بعد دوسرا بڑا ملک جمہوریہ یمن ہے، جس کا کل رقبہ 527,970 کلومیٹر ہے۔ اس کے دونوں اطرف میں سمندر ہے۔ مغرب کی طرف بحیرۂ احمر اور جنوب کی جانب بحیرۂ عرب واقع ہے۔ ساحل کی یہ پٹی دو ہزار کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ یمن کے شمال میں سعودی عرب، جنوب میں بحیرۂ عرب کے ساتھ خلیج عدن، جب کہ مشرق میں عمان کی ریاست کی سرحد واقع ہے۔ زیدی فرقے نے 740 عیسوی میں اس وقت کے خلیفہ کا تختہ اُلٹ کر اقتدار سنبھالا تھا۔ 1918ء میں سلطنتِ عثمانیہ سے علاحدہ ہونے کے بعد بھی یمن کی اسی حکومت کا تسلسل قائم رہا۔ یوں 1962ء تک یہ خاندان تقریباً بارہ سو سال تک حکومت کرتا رہا۔ 1967ء میں یمن دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اور 1990ء میں روس کے تحلیل ہونے کے بعد دونوں میں دوبارہ الحاق ہوگیا۔ 1994ء میں کوشش کی گئی کہ اس الحاق کو دوبارہ ختم کردیا جائے، کیوں کہ جنوبی یمن والوں کا اعتراض تھا کہ اس الحاق سے انھیں نقصان ہورہا ہے۔

2011ء کی مردم شماری کے مطابق یمن کی آبادی دو کروڑ 38 لاکھ 33 ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ یہاں کی فی کس سالانہ آمدنی 2249 امریکی ڈالر تھی۔ اس کا سب سے بڑا شہر صنعا اور دارالحکومت کا نام عدن ہے۔ 1980ء میں یہاں تیل کی دریافت ہوئی اور 2001ء تک 4 لاکھ 40 ہزار بیرل یومیہ پیداوار تھی۔ 2014ء میں یہ پیداوار کم ہو کر صرف ایک لاکھ بیرل رہ گئی۔ باب المندب جو بحیرۂ احمر (Red Sea) اور خلیج عدن (Gulf of Aden) کو ملاتا ہے۔ 18 کلومیٹر چوڑے اس راستے سے کم و بیش یومیہ چالیس لاکھ بیرل خام تیل کی ترسیل دنیا بھر کو ہوتی ہے، جو ایک قابل غور پہلو ہے۔

2011ء میں یہاں سیاسی بحران شروع ہوا۔ لوگوں نے غربت، بے روزگاری، کرپشن اور بدعنوانی کے خلاف مظاہرے شروع کیے۔ شواہد بتاتے ہیں کہ آج یمنی فوج دو حصوں میں تقسیم ہوچکی ہے۔ ایک دھڑا سابق صدر منصور ہادی کا حامی ہے، جب کہ دوسرا حوثیوں کا اور ایک تیسرا دھڑا ایک اَور سابق صدر عبداللہ صالح کی حمایت میں سرگرم ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق داعش کے چار بڑے دہشت گرد بھی وہاں اپنے ڈیرے جما چکے ہیں۔ ان میں نصیر الحاشی، ابراہیم حسن العسیری (سعودی شہری) قسیم الرمی، جلال محسن سعید بلادی الرکاشی وغیرہ شامل ہیں۔ امریکا نے بادشاہت کے نام پر لیبیا اور عراق میں سماجی ڈھانچہ تباہ کرنے کے بعد جس غیر ذمہ دارروپے کا اظہار کیا ہے، محسوس ہوتا ہے قدرت نے اِسے دنیا میں کردار ادا کرنے کا جو ایک موقع دیا تھا' وہ اس سے چھین لیا ہے۔ اوباما جو ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدہ کرنے جارہا ہے' وہ اس کی اپنے عالمی کردار سے واپسی کی طرف مزید پیش رفت ثابت ہوگی۔

آج یہ جنگ اس وقت شروع ہورہی ہے، جب داعش جیسے خون خوار اور دہشت گرد جتھے عربستان میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ وہ ملکوں کے سماجی ڈھانچوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ حال آں کہ امریکا کے بطور عالمی سربراہ کے اس کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایسی قوتوں کا سرقلم کرتا اور انھیں ایسی قرار واقع سزا دیتا جو دوسروں کے لیے باعثِ عبرت ہوتی، لیکن اس کے برعکس وہ ان کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ایسی قوتیں دنیا میں نہ صرف موجود رہتی ہیں، بلکہ کمزور ملکوں کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کر کے اسے عالمی منڈی میں فروخت بھی کر رہی ہیں، یہ امریکا کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔

یمن میں اس وقت ایک طبقہ تو وہ ہے، جس کا 1990ء میں الحاق کے نتیجے میں اقتدار ختم ہوا تھا۔ اس نے کافی عرصہ پہلے کوشش کی کہ یہ الحاق ختم ہوجائے۔ کیوں کہ ان کا مطالبہ تھا کہ اس نئی تشکیل سے ان کے بنیادی حقوق محفوظ نہیں رہے، لیکن وہ اس الحاق کو ختم کروانے میں ناکام رہا۔ ان حالات میں داعش' حکومت مخالف مظاہروں میں شریک ہو کر اپنے لیے باغیوں کے حلقوں میں جگہ بنا رہی ہے۔ جو کہ ایک انتہائی خطرناک اور مہلک کھیل ہے۔ ان حالات میں اگر حکومتی حلقہ کمزور ہوتا ہے تو سماجی ڈھانچے کو ٹوٹنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ جس کے تباہ کُن اثرات سے پورا عالم عرب متأثر ہوگا۔ ایک تأثر یہ تھا کہ شاید ایران اور شام باغیوں کی مدد کر رہے ہیں، لیکن اندازہ ہورہا ہے کہ یہ ان ملکوں کے خلاف محض پروپیگنڈا ہے۔ کیوں کہ آج جب ایران' اقوامِ عالم میں اپنے ایٹمی پرگرام کے حوالے سے منفی تأثرات کو زائل کر رہا ہے تو وہ یہ رِسک نہیں لے سکتا کہ وہ سلامتی کونسل کے رُکن ممالک کے ساتھ اپنے ہونے والے معاہدے کو کسی قسم کے تحفظات کا شکار کردے۔ اس کے علاوہ جہاں تک شام کا تعلق ہے، وہ روس کے لیے کسی ایسی اُلجھن پیدا کرنے کا سبب نہیں بنے گا، جو اسے کسی مزید پریشانی میں مبتلا کردے۔ ان حالات میں جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، اگر وہ عربوں کی اس جنگ میں اُلجھتا ہے تو اس کے دو نقصانات ہوں گے: ایک تو اس کی اندرونِ ملک دہشت گردی کے خلاف آپریشن پر گرفت کمزور پڑ جائے گی اور ابھی تک کی تمام کامیابیاں نہ صرف ضائع ہوجائیں گی، بلکہ دہشت گرد طبقہ اور زیادہ طاقت ور ہوجائے گا۔ مزید یہ کہ وہ عربوں میں مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ کیوں کہ اس صدی میں یہ کام امریکا جیسی طاقت بھی جنگ کر کے حاصل نہیں کرسکی تو پاکستان' جس کی معیشت محض قرضوں پہ چل رہی ہے، اِسے یہ کامیابی کیسے ہوسکتی ہے۔ دوسرا سعودی عرب' جو اس جنگ میں زیادہ سرگرم دکھائی دے رہا ہے، اسے خیال کرنا چاہیے کہ یہ جنگ اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ اور ویسے بھی عربوں میں جس بہار کی آمد آمد کا چرچا ہے، اس سے اس کا اپنا پُرانا ڈھانچہ بھی گر سکتا ہے۔ اس لیے یمن، سعودیہ اور پاکستان کے لیے یہی بہتر ہے کہ مصالحتی کوششوں کو آگے بڑھایا جائے اور وہاں جن کے حقوق غصب ہوئے ہیں، ان کی تلافی کر کے پورے خطے کو جنگ کی لپیٹ سے بچا کر امن کی قوتوں کو تقویت پہنچانے کا سبب بنیں۔

www.rahimia.org

مجالس : افاداتِ علم و حکمت

11/اپریل 2015ء بروز اتوار کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں زونل تربیتی سیمینار برائے شرکائے کلاس علومِ قرآنیہ کورس II،III منعقد ہوا۔ جس کے آخر میں عمومی استفادہ نشست کا اہتمام کیا گیا۔ اس نشست کے دوران بعض دوستوں نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور، خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور (پاکستان) اور ولی اللّٰہی حلقہ فکر سے وابستہ احباب اور متعلقین کے درمیان کاروباری شراکت کے اصول وضوابط کے حوالے سے حضرت اقدس سے رہنمائی کے لیے سوال کیا۔ حضرت اقدس نے اس حوالے سے رہنمائی دیتے ہوئے حسبِ ذیل ارشادات فرمائے۔ (مدیر)

سوال: حضرت! ادارہ رحیمیہ سے وابستہ خانقاہی اور تنظیمی افراد جب آپس میں کوئی کاروباری، شراکتی معاملات کرنا چاہیں تو خانقاہی اور تنظیمی تعلق واعتماد کے باوجود انھیں کن اصول وضوابط کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے؟ تاکہ کاروبار اور شراکتی معاملات میں نفع نقصان اور باہمی اختلاف ونزاع کی صورت میں ممکنہ پیچیدگیوں اور نزاکتوں سے بچا جاسکے۔

حضرت اقدس: جماعت کی ہدایات موجود ہیں کہ تمام تنظیمی اور خانقاہی احباب جب آپس میں کوئی مالی معاملہ، لین دین یا کاروباری شراکت کرنا چاہیں' تو پہلی بات یہ ہے کہ وہ معاہدہ تحریری شکل میں ہو۔ اُس میں فریقین کی ذمہ داریاں دوٹوک، طے شدہ اور قطعی ہونی چاہئیں۔ کاروبار کی نوعیت کیا ہوگی۔ کاروبار میں دونوں افراد کی کام کرنے کے حوالے سے ذمہ داریاں کیا ہوں گی۔ دونوں کا سرمایہ کتنا ہے اور اس میں کام کرنے والے افراد کتنے ہیں۔ اُن کی اُجرتوں اور منافعوں کا تناسب کیا ہوگا۔ یہ معاہدہ دوٹوک اور قطعی ہونا چاہیے۔ نیز اگر بالفرض اس اشتراک میں کوئی اختلاف یا جھگڑے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو اس کو نمٹانے کا طریقۂ کار کیا ہوگا۔ کون لوگ اس مسئلے کو بطورِ ثالث کردار ادا کریں گے۔ وہ کن اصول وضوابط کے تحت ثالثی کو سرانجام دیں گے۔

یہ معاہدہ جو تحریری طور پر ہو، اس کو اپنی ریجنل ٹیم اور صدر کے علم میں لانا بھی ضروری ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ فلاں دو جماعتی دوستوں کے درمیان مالی معاملات اس معاہدے کی صورت میں طے پائے ہیں۔ کل اگر ان دونوں دوستوں کے درمیان کوئی معاملہ پیش آئے تو کم از کم ذمہ داران اس کو حل کرنے کے لیے کسی قسم کا کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ لڑائی جھگڑا پیدا ہونے کے بعد جماعت کے پاس آئیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم سب کا آپس میں دین اور جماعت کا رشتہ ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی نسبی رشتہ نہیں ہے۔ ہمارا ایک دوسرے سے دینی جماعت کے پلیٹ فارم سے تعارف ہوا ہے۔ جب اس حوالے سے ہمارا رشتہ قائم ہوا ہے تو جماعت کے علم میں ہونا چاہیے کہ ہم کیا کام کر رہے ہیں اور کس معاہدے کے تحت کر رہے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر نظم اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مناسب سمجھے تو کردار ادا کرسکتا ہے۔ اُس پر لازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ جماعت اور ادارہ رحیمیہ کاروبار کے لیے نہیں بنایا گیا۔ ہم ایک نظریے کے لیے ایک جگہ اکٹھے ہوئے ہیں اور اس نظریے کو روبہ عمل لانے کے لیے ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ تعارف ہوا ہے۔ یہ کوئی کاروباری جماعت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کاروباری ادارہ ہے۔ یہ دوٹوک بات ہے کہ ہم سب ایک نظریے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ یہ جو بھی کاروباری کام ہے، وہ انفرادی ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ دو افراد کے درمیان ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ لین دین کے حوالے سے معاہدہ تحریر کرنا شریعت کا حکم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ : يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (282:2) جب بھی کچھ مدت کے لیے کوئی بات آپ کے درمیان طے ہو، قرض دیں یا کسی کاروبار میں شریک ہوں تو اس کو لکھ لیں۔ اس لیے کہ جن دو آدمیوں کے درمیان معاہدہ ہوا ہے، کل کو اگر ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہر وہ معاملہ جو جھگڑے کی طرف لے جائے، اس کو شریعت حرام قرار دیتی ہے۔ اور ہر وہ معاملہ جو آپس میں احترام اور کسی جھگڑے کے بغیر ہو، ایک دوسرے کے حقوق ادا ہوں، درست قرار پاتا ہے۔ ہم جب دین کی دعوت دیتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ آپس میں جھگڑے پیدا نہ ہوں۔ اور اس کا ایک ہی طریقہ ہوتا ہے کہ ہر چیز لکھی جائے۔ یہ نہ ہو کہ وہ کہے کہ آپ نے یہ وعدہ کیا تھا۔ جو معاملہ ہو، وہ تحریری شکل میں ہونا چاہیے اور اُس کو متعلقہ نظم کے علم میں ہونا چاہیے۔

یہ بات بھی دوستوں کے علم میں ہونی چاہیے کہ اوّل تو جن دوستوں نے اب تک جو معاہدے کیے ہوئے ہیں، وہ تحریر میں لائیں اور پھر اُسے نظم کے حوالے کریں۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر رہے تو وہ جماعت کے ڈسپلن اور جماعت کی ہدایات سے رُوگردانی کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ اپنے نفع ونقصان کے خود ذمہ دار ہیں۔ ادارہ رحیمیہ اور اس سے وابستہ جماعت اس قسم کے معاملے کی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرے گی۔

ہمیں افراد کی کثرت کی بجائے اُن کے اَخلاق و کردار کی طاقت سے دینی حوالے سے سماجی تبدیلی کے راستے کو طے کرنا ہے۔ ایک تربیت یافتہ کارکن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مالی معاملات صاف وشفاف رکھے۔ بصورتِ دیگر اُس کے معاملات سے اجتماعیت کا اعتماد کمزور ہوتا ہے، جو جماعت کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ جماعت کی طے کردہ ہدایات کی پابندی ضروری ہے۔ آپ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا یہ قول پڑھا ہوگا کہ: ''جو آدمی جماعت کے طے کردہ قانون کی پابندی نہیں کرتا، وہ حکومت میں آنے کے بعد قانون کی پابندی کیسے کرسکتا ہے! وہاں تو اس کے پاس مزید حکومت کی طاقت آجاتی ہے۔ تو وہاں پر ڈسپلن کو توڑنے میں زیادہ آزاد ہو جائے گا۔'' اس لیے جو چیز جماعت نے طے کردی ہے، اس پر ہمیں عمل کرنا ضروری ہے۔ اس میں عام کارکن سے لے کر اعلیٰ مرکزی عہدے دار تک کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس لیے معاملات دوٹوک، قطعی اور نظم کے علم میں ہونے ضروری ہیں۔ اس طریقۂ کار کے مطابق ہوگا تو فائدہ ہے۔ وگرنہ نقصان ہی نقصان ہے۔ ہم سب کی طاقت اور قوت' جماعتی ڈسپلن اور نظم کی پابندی میں ہی مضمر ہے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 3/ اپریل 2015ء کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیت اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (18:11) اور وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (31:24) کے تناظر میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے:

لعنت کا مطلب

''ظالم لوگوں اور غلط کام کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ اور اگر ظلم پر مبنی غلطی دہرائی جائے تو اس کا مطلب دراصل جرم میں پختگی ہے۔ اور جرم کی سزا تباہی اور بربادی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم نے صاف کہا کہ: ''اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔'' اور ظالم وہ ہے، جو ظلم کرتا ہے اور اپنی غلطی سے نہیں سیکھتا اور غلطیوں پر اصرار کرتا ہے۔

پھر اس چیز کو بھی سمجھنا چاہیے کہ لعنت ہے کیا؟ ہم بڑی دیدہ دلیری سے لعنت کا لفظ بول دیتے ہیں، فلاں پر لعنت، فلاں پر پھٹکار، لیکن لعنت کا مطلب اور مفہوم نہیں جانتے۔ اس دنیا میں لعنت کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اُس قوم سے امن نکل جائے اور خوف مسلط ہو جائے۔ یعنی اُس قوم کے افراد اور جماعتیں خوف کا شکار ہوں۔ ان کی اجتماعی حالت امن، سکون اور اطمینان کی بجائے ہمہ وقت دہشت اور خوف زدگی کی رہے۔ یہ ایک طرح کی لعنت ہے۔ امن ایک مستحکم سیاسی نظام سے قائم ہوتا ہے، جو درست فیصلے کرنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتا ہو۔ جو غلطیوں سے سیکھے اور قوم کو امن و امان دینے کے لیے کردار ادا کرے۔ لیکن اگر کسی ملک کا سیاسی نظام امن کی بجائے خوف بانٹے، دہشت پیدا کرے یا اس کو روکنے میں ناکام ہو تو یہ لعنت ہے۔ اگر کسی قوم کا حکمران ظالم اور انسانیت دشمن ہو تو وہ لعنت بن کر پوری سوسائٹی پر مسلط ہو جاتا ہے۔

لعنت کا دوسرا اظہار معاشی بھوک اور بدحالی کی شکل میں آتا ہے کہ اقتصادی تباہی ہو۔ ضرورت کے مطابق جتنے وسائل درکار ہوں، وہ موجود نہ ہوں۔ معاشی بھوک و افلاس اُس فرد، قوم اور ملک کا پیچھا نہ چھوڑے، اس کو لعنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (112:16) وہ لوگ اپنے کرتوتوں کے نتیجے میں اقتصادی بدحالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ غلطیوں سے نہیں سیکھتے، غلطیاں دُہراتے رہتے ہیں، اُن پر بدامنی کے اور معاشی بھوک کے یہ دو عذاب آتے ہیں۔ گویا کہ اُن کا سیاسی اور معاشی نظام انسانوں کے لیے سیکھنے سکھانے اور توبہ کرنے کا نہیں ہوتا۔ وہ وہی غلطیاں بار بار دہراتے ہیں۔ سیاسی غلطی بار بار دہرائی جائے تو بدامنی اور خوف فروغ پاتا ہے۔ معاشی غلطی بار بار دہرائی جائے تو معاشی بھوک اور افلاس پیدا ہوتی ہے۔ معاشی حوالے سے یہی دراصل لعنت ہوتی ہے۔''

غلطیوں کو نہ دہرایا جائے

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''انسان روبوٹ کی طرح کسی دوسرے کا آلہ کار نہیں ہے۔ وہ جیتا جاگتا ایک ایسا فرد ہے، جو اپنے دائرۂ اختیار سے کام کرتا ہے۔ اور جب اختیار کا دائرہ سامنے آجاتا ہے تو پھر سیکھنے کے عمل میں غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ غلطیوں سے ہی انسان سیکھ کر آگے بڑھتا ہے۔ جو گھوڑے سے نہ گرے، وہ شہ سوار کیسے ہو سکتا ہے۔ غلطی کرنا بُرا نہیں، غلطی سے نہ سیکھنا اور دوبارہ غلطی دہرانا' یہ جرم ہے کہ آپ نے اُس غلطی سے سیکھا نہیں۔

ذرا ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم نے قومی سطح پر پہاڑ جیسی غلطیوں سے سیکھا ہے یا غلطیاں دُہرائی ہیں۔ ذرا سوچیے کہ ابھی افغانستان کے پہاڑوں سے شروع ہونے والی بھڑکتی ہوئی آگ سے تو جان چھوٹی نہیں، یمن کے پہاڑوں کی بھڑکتی ہوئی آگ کے اندر چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ افغان جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ اور اس کی اشتعال انگیزی تو ابھی ختم نہیں ہوئی، اب بھی اس کی دبی راکھ میں چنگاریاں سلگ کر ہمارے وجود کو تباہ و برباد کر رہی ہیں۔ دنیا کے کسی اَور ملک نے جنگوں کے اتنے تجربے نہیں کیے، جتنے ہم نے تجربے کیے ہیں۔ 48ء کی جنگ، 65ء کی جنگ، 71ء کی جنگ اور 79ء سے لے کر اب تک افغانستان کی جنگ۔ ان چار جنگوں کے بعد بھی ہمارے اندر عقل نہیں آئی۔ اب حرمین میں بیٹھنے والے لوگ اُس بھڑکتی ہوئی آگ کا خود بھی حصہ بن رہے ہیں اور دوسروں کو بھی بنانا چاہتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔

ہم بڑے زور و شور سے یہودیت اور صیہونیت کے خلاف اُچھل اُچھل کر تقریریں کرتے ہیں۔ آج غیر اعلانیہ طور پر اُس عرب اتحاد کا حصہ اسرائیل بھی ہے۔ یمن پر بمباری میں عرب اتحادیوں کے طیاروں کے ساتھ اسرائیل کے طیاروں نے بھی حصہ لیا ہے۔ اسرائیلی اخبار اُٹھا کر دیکھ لو۔ اسرائیل نے بھی یہی اعلان کیا کہ یمن میں کاروائی کرنے کے لیے ہم سعودی عرب کے ساتھ ہیں۔ کیا مطلب ہے کہ سعودی اور اسرائیلی ایک پیج پر ہیں۔ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو امریکی کانگریس میں تقریر کرتے ہوئے شیعہ ممالک کا ہوّا کھڑا کر کے امریکیوں کو ڈراتا ہے، وہی تقریری نکات یہاں کے سعودی عرب کے حامی طبقے بیان کریں۔ وہی تقریر خادمِ حرمین شریفین کرے۔ وہی ہمارے ملک کے حکمران طبقے کریں۔ تو کیا فرق ہے اُس نیتن یاہو یہودی میں اور اُن سعودیوں کے حامیوں اور حکمرانوں میں؟ سوچنے سمجھنے اور شعور و آگہی کی بڑی ضرورت ہے۔

آج قومی ریاستی دور ہے۔ ہر قوم اپنے قومی تقاضوں کے مطابق فیصلے کرتی ہے۔ ہمارا کیا قومی تقاضا ہے؟ یمن سے ہماری سرحد ملتی ہے؟ ہماری سعودی عرب سے سرحد ملتی ہے؟ ہم پرائی جنگ کے اندر چھلانگ لگانے کے لیے پہلے سے بے تاب ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہم حقیقی طور پر آزاد نہیں ہیں۔ آزاد قومیں اپنے فیصلے خود کرتی ہیں۔ ہمارے فیصلے سامراج کرتا ہے۔ اُس کے ایجنٹ کرتے ہیں۔''

یمن اور زیدیوں کی تاریخ پر ایک نظر

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا

''بڑے طمطراق سے کہا جاتا ہے کہ یمن میں شیعہ ہیں اور سنیوں کو چاہیے کہ شیعوں کے خلاف لڑیں۔ ان لوگوں نے کبھی زیدیوں کی تاریخ بھی پڑھی ہے؟ زیدی کون ہیں؟ یہ امام زیدؒ کے پیروکار ہیں، اور امام زیدؒ، امام علی زین العابدینؒ کے بیٹے ہیں۔ اور امام علی زین العابدینؒ، امام حسینؓ کے بیٹے ہیں۔ تو امام زیدؒ، حضرت علیؓ کے پڑپوتے ہوئے۔ امام زیدؒ نے جب اپنی اجتماعیت قائم کی۔ اُس اجتماعیت میں سے ایک گروہ نے امام زیدؒ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ اپنی جماعت کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے برأت کا اعلان کریں۔ امام زیدؒ نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ''جس ابوبکرؓ، عمرؓ کو میرے دادا حسینؓ نے اور میرے پردادا علیؓ ابن ابی طالب نے مانا ہے، میں اُن سے برأت کا اعلان کیسے کروں؟'' تو وہ ایک چھوٹا سا گروہ، جو امام زیدؒ سے الگ ہوا، اُس کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ شیعہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کا مطلب ہے وہ گروہ، جو جماعت سے الگ ہو جائے۔ امام زیدؒ سے الگ ہونے والوں کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ اور لفظِ ''رافضی'' بھی امامِ زیدؒ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے برأت کا اظہار کرنے والے اس شیعہ گروہ کے لیے استعمال کیا تھا۔

شیعوں اور زیدیوں کی تاریخ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہاں زیدی اور کہاں شیعہ۔ لیکن ہمارا میڈیا جھوٹ اور گمراہی پر مبنی رپورٹیں شائع کرتا ہے۔ اور پورے زور و شور کے ساتھ لوگوں کے دماغوں کو ماؤف کرنے کے لیے تاریخ مسخ کرتا ہے کہ جی زیدی، شیعہ ہیں۔ زیدی امام زیدؒ کو مانتے ہیں اور ان زیدیوں کی امام زیدؒ سے لے کر 1962ء تک ہزار بارہ سو سال تک یمن میں حکمرانی رہی۔ اور ان میں مختلف ائمہ بھی رہے ہیں۔ ان ائمہ کی ساری کتابیں اُٹھا کر دیکھ لو، امام زید کی فقہ اٹھا کر دیکھ لو، پوری فقہ سوائے چند مسئلوں کے اختلاف کے، فقہ حنفی سے مطابقت رکھتی ہے۔ امام اعظم امام ابوحنیفہؒ امام زیدؒ کے اہم ترین شاگردوں میں سے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ پوری تاریخ مسخ کر کے ہمارے دماغوں میں عالمی سامراج کی سیاسی اور معاشی جنگ مسلط کی جا رہی ہے۔ اس لیے کہ بحیرۂ احمر پر امریکی سامراج اپنے تسلط کو مستحکم رکھنے کے لیے قبائل کی لڑائی پیدا کرانا چاہتا ہے۔ وہاں کے تیل کے ذخائر اور راستوں پر تسلط چاہتا ہے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسرائیل نے اُردن کے ساتھ ''بحیرۂ احمر سے بحیرۂ مردار تک پچاسی کلومیٹر نہر نکالنے کا'' جو معاہدہ اُردن کے ساتھ کیا ہے اور جس کے ذریعے سے مُردہ اسرائیل کے لیے بحیرۂ احمر سے پانی مہیا کیا جائے گا۔ پوری دنیا کی نظریں اُس سے ہٹانے کے لیے باب المندب، الحدیدہ اور عدن پر یہ آگ بھڑکائی جا رہی ہے۔

جس آگ سے سامراج نے فائدہ اٹھانا ہے، اُس کا شیعہ سنی سے کیا تعلق؟ وہ عالمی سامراج کے سیاسی اور معاشی مقاصد کا حصہ تو ہو سکتی ہے، اُس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ بصیرت سے بے بہرہ حکمران ہماری سوسائٹی پر مسلط ہیں اور انھیں توبہ کی توفیق نہیں ہے۔ قرآن تو کہتا ہے وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اے مسلمانو! توبہ کرو۔ آج ہمارے کیے ہوئے غلط فیصلے اس پورے ریجن میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی اور عربوں کی تقسیم و انتشار، اس پورے علاقے پر سامراج کے سیاسی اور معاشی غلبے کے لیے کردار ادا کرنے کا سبب بنیں گے۔ یہ بھڑکتی ہوئی آگ یمن تک محدود نہیں رہے گی، بلکہ پورے عرب علاقوں اور اس ریجن کو تباہ و برباد کر دے گی۔ تیل کی قیمتیں کم کر کے سعودی عرب کا بُھرکس تو پہلے ہی امریکا نے نکال دیا ہے۔ اُس کے بجٹ کا آدھا حصہ ختم ہو گیا۔ اور جو رہا سہا بجٹ ہے، وہ بھی امریکا کی کمپنیوں کے اسلحے، جنگی جہاز اور جنگ لڑنے کے لیے میزائل خرید کر امریکا کے خزانے بھر کر تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اور اُس کے بعد جیسے پاکستان کے اندر پچھلے تیس سالوں سے تشدد اور دہشت گردی کی یہ آگ بھڑکائی گئی ہے، ایسے ہی اگر سعودی عرب میں لگا دی گئی تو کیا اُس کے وجود کو خطرہ نہیں ہوگا؟ تحفظِ حرمین تو یہ ہے کہ سعودی عرب میں جو امن قائم ہے، اُس کو برقرار رکھا جائے۔ اُس کو پاکستان کی طرح دہشت گردی کی آگ میں نہ دھکیلا جائے۔ تحفظِ حرمین یہ نہیں ہے کہ اُس بھڑکتی ہوئی آگ پر تیل چھڑک کر اُس کو مزید بھڑکایا جائے۔

سیاسی عقل ماؤف ہو جائے۔ معاشی فیصلے غلط ہونے لگیں تو اُس کی تباہی اور بربادی کے اثرات پوری انسانیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ یہ مسلمان جو انسانیت کو امن دینے آیا تھا، جو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب، انسانیت کی معاشی خوش حالی کے لیے آیا تھا۔ آج یہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے، بدامنی پیدا کرنے، معاشی بھوک بانٹنے کے لیے کردار ادا کرنے کا نمائندہ بن چکا ہے۔ توبہ کا مقام نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اس لیے قرآن کی اس پکار کو شعور اور سوچ کے ساتھ سمجھنا چاہیے کہ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اپنی اجتماعی غلطیوں سے سیکھیں، توبہ کریں۔ اور آئندہ وہ غلطی نہ دہرائیں، جس کے نتیجے میں پاکستان جہنم کدہ بنا ہے تو حرمین کو بھی جہنم کدہ بنا دیا جائے۔

آج اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال سے توبہ کی ضرورت ہے۔ ورنہ تو یہ آگ ایسی بربادی لائے گی کہ انسانیت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ خاص طور پر مسلمانوں اور عربوں کے خطے بھڑکتی ہوئی جہنم میں بدل جائیں گے۔ آج توبہ کریں اور اس کے ذریعے سے قومی زندگی، ملکی تقاضوں اور انسانی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر درست فیصلے کیے جائیں تو نتیجہ درست ہوگا۔ ویسے حکمرانوں کی بصیرت سے یہ اُمید نہیں ہے کہ وہ درست فیصلے کرنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل دے اور دین کی روشنی میں درست فیصلے کرنے، توبہ کرنے اور آئندہ آنے والی انسانیت کو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب، امن اور معاشی خوش حالی دینے کے لیے صحیح راستے پر جدوجہد اور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

بچوں کا کالم — چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

بے علم بھی اندھا ہوتا ہے

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

نورچشمی معروف بی بی۔ السلام علیکم

ملکی حالات بدل رہے ہیں، ممکن ہے کہ ہماری مخالف جماعت جو آج کل حکومت کر رہی ہے، ہمیں زیادہ دیر تک نظر بند رکھنا اپنی جماعتی مصلحت کے خلاف سمجھے اور جلد رہا کردینا ضروری خیال کرے تو اس صورت میں راولپنڈی کے جیل خانے سے نکل کر گھر کے قیدخانے میں رہنا پڑے گا۔ کیوں کہ بچوں کے بغیر گھر بھی جیل خانہ ہے۔

اچھے بچو! مجھے جیل خانے میں کوئی تکلیف نہیں۔ میرے لیے جیل اور گھر میں صرف اتنا فرق ہے کہ تم نظر سے دُور ہو، ورنہ یہ جگہ گھر کی طرح آرام دہ ہے۔ ہم جتنے قیدی ملکی ہلچل کے باعث یہاں قید ہیں، ہندو ہوں یا مسلمان' سب ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں۔ آپس میں کبھی جھگڑا نہیں کرتے۔ ہمیشہ اہلِ ملک اور انسانوں کی بھلائی کے متعلق سوچتے ہیں۔ اور ان ہی تدبیروں میں رات دن کٹ جاتے ہیں کہ خدا نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، لیکن ابھی تک ہم نے انسان ہونے کا پورا حق ادا نہیں کیا۔ ملک کے لوگ جہالت، غلامی اور بھوک کا شکار ہیں، لیکن ہر ایک کو اپنے پیٹ کی فکر ہے۔ ہم نے مل کر مصیبت کا مقابلہ کرنے کی عادت نہیں ڈالی۔ اس لیے دنیا میں بے عزت اور ذلیل ہیں۔ یہاں جیل میں ہم بھی سوچ بچار کرتے ہیں اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کرنے میں مصروف ہیں۔ ہماری تیاری کیا ہے، سب سے پہلے دُنیا کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا۔ ہم یہاں ہر زبان کے ترجموں کی مدد سے علم حاصل کر کے اپنے ملک کے حالات کو سوچتے ہیں۔

جنھوں نے انگریزی زبان نہیں پڑھی، وہ یہاں محنت سے پڑھ رہے ہیں۔ صبح سے دوپہر تک ہر ایک کوئی نہ کوئی زبان سیکھنے میں مصروف رہتا ہے۔ میں خود سختی سے کہہ دیتا ہوں کہ بھائی! جیل خانہ ہمارا مدرسہ ہے۔ یہاں علم حاصل کرو، باہر اس کا استعمال کرو۔ بے علم شخص عام طور پر اُلو کی دُم فاختہ ہوتا ہے۔ نہ کسی کی (بات) سمجھ سکے، نہ اپنی سمجھا سکے۔ اسی لیے عام قیدیوں کو بھی یہی کہتا رہتا ہوں۔ کیوں کہ بے علم بھی اندھا ہوتا ہے۔

پیاری بیٹی! میں لکھ چکا ہوں کہ ہم جھگڑا نہیں کرتے۔ اس کے معنے یہ نہ سمجھو کہ ہم فرشتے ہوگئے ہیں اور زبان سے کوئی بُری بات یا ناراضگی کا کلمہ نہیں نکلتا۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے، لیکن جہاں زبان اور طبیعت بے قابو ہوئی، اُسی وقت سنبھل گئے یا تھوڑی دیر کے بعد غصہ فرو ہوا تو شرمندہ ہوکر ساتھی سے معافی مانگ لی۔ یہاں بعض ایسے اچھی عادت کے لوگ بھی ہیں، جو کبھی نہ خود ناراض ہوتے ہیں، نہ ناراضگی کا دوسروں کو موقع دیتے ہیں۔

خواتین کا کالم — محمد عباس شاد، لاہور

سر سید اور حقوقِ نسواں

مولوی سید ممتاز علی 1862ء میں سید ذوالفقار علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ اردو، عربی کی تعلیم اپنے آبائی شہر دیوبند میں گھر پر ہی حاصل کی۔ مولوی صاحب عربی، فارسی اور اُردو میں پوری دسترس رکھنے کے علاوہ انگریزی بھی خوب جانتے تھے۔ اور طبیعت میں تحقیق و تجسس کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ مولوی سید ممتاز علی کا خیال تھا کہ ماں چوں کہ بچے کی تعلیم و تربیت کا سرچشمہ ہوتی ہے، اس لیے لڑکیوں کو بہترین تعلیم دی جانی چاہیے۔ تاکہ آئندہ نسلیں اُن کی گود میں پل کر تعلیم و تہذیب سے بہرہ اندوز ہوسکیں۔

چناں چہ انھوں نے لڑکیوں کے لیے ''تہذیبِ نسواں'' (رسالہ) جاری کیا اور اپنی بعض عزیزات سے اس میں مضامین بھی لکھوائے۔ تو اس تاریکی اور جہالت کے زمانے میں ہر طرف شور مچ گیا اور مولوی صاحب کے نام گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آنے لگے۔ اُس وقت بڑے بڑے مدعیانِ روشن خیالی بھی عورتوں میں تعلیم و تربیت پھیلانے کی تحریک کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب مولوی صاحب نے اپنی مشہور کتاب ''حقوقِ نسواں'' لکھی تو اُس کا مسودہ لے کر وہ سر سید احمد خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے، تاکہ ذرا اُن کو بھی دکھالیں۔

سر سید اس مسودے کو جستہ جستہ مقامات سے دیکھنے لگے، لیکن مولوی صاحب نے دیکھا کہ غصے سے سر سید صاحب کا رنگ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ آخر کار سر سید نے اس مسودے کو چاک کر کے ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ اور کہا: ''ممتاز علی! ہماری حکومت چھن گئی، ہماری تہذیب مٹ گئی، اب کیا ہماری عورتیں بھی ہمارے قبضے سے نکل جائیں گی؟'' مولوی صاحب نے بہتیرا کہا کہ میں نے اس کتاب کی تحریر میں شریعتِ مقدسہ کی حدود سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا، لیکن سر سید کا مزاج رُوبہ رہ نہ ہوا اور مولوی صاحب ناچار اپنے مسودے کے ٹکڑے ردّی کی ٹوکری میں سے اُٹھا کر واپس چلے آئے۔ آج اُس کتاب کو پڑھیے تو تعجب ہوتا ہے کہ اُس میں وہ کون سی بات تھی، جس میں سر سید جیسے ''روشن خیال'' اور ''تجدد پسند'' شخص کو بھی چراغ پا کردیا۔

آپ کو پتہ ہے کہ یہ بزرگ مولوی سید ممتاز علی کون تھے؟ مولانا عبدالمجید سالک مرحوم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولوی صاحب علمِ دین سے بہرہ ور تھے اور دیوبند اِن کا وطن ہی نہ تھا، بلکہ وہ اکابرینِ دیوبند سے فیض یاب بھی تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے ان کا مخلصانہ تعلق تھا۔'' (یارانِ کہن، ص:43)

یہ واقعہ آج کے نام نہاد تجدد پسند حلقوں کے لیے خصوصی توجہ کا مستحق ہے، جو سر سید اور علی گڑھ کو ''جدت'' کا نمائندہ اور دیوبند کو ''رجعت پسندی'' اور ''پُرانے خیال'' کی نمائندہ تحریک خیال کرتے ہیں۔

بے مثال ادب، جاں نثاری اور خودسپردگی کا واقعہ

تحریکِ بالاکوٹ کی قیادت کی وجہ سے عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سید احمد شہیدؒ کی شخصیت ایک مستقل امامت کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر درجِ ذیل حکایت شاہد ہے کہ خود سید صاحبؒ کے ہاں ولی اللّٰہی اکابر کا کیا رُتبہ و مقام ہے کہ وہ انھی سے رُشد و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ بے مثال ادب، جاں نثاری اور خودسپردگی سے ان اکابر کا اعتماد حاصل کرتے ہیں۔ پھر آخر دم تک اسی نسبت پر استقامت کے ساتھ گامزن رہتے ہیں۔

(امیر الروایات) خان صاحب نے فرمایا کہ: سید صاحبؒ (حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے) بیعت ہونے کے بعد دوسری مرتبہ بغرضِ تعلیم حاضر ہوئے تو شاہ (عبدالعزیز) صاحبؒ نے ان کو اس مسجد میں ٹھہرا دیا، جو اُن کے مدرسے سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر واقع تھی۔ جس میں شاہ صاحبؒ اور طلبا نماز پڑھا کرتے تھے اور اُن کو ذکر و اذکار کی تعلیم فرمائی۔ سید صاحبؒ نے چھ مہینے تک تعلیم حاصل کی۔ چھ مہینے کے بعد شاہ صاحبؒ کے خاندان میں کسی کے یہاں شادی کی تقریب ہوئی۔ اس تقریب میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ تینوں بھائی موجود تھے اور شامیانہ تانا جا رہا تھا۔ اس مقام پر ایک نیم تھا، جس کی وجہ سے شامیانہ اچھی طرح نہ تنتا تھا، بلکہ اس میں جھول رہتا تھا۔ اتنے میں سید صاحب بھی مسجد میں سے تشریف لے آئے۔ جب آپ نے یہ رنگ دیکھا تو کُرتے کو کمر سے باندھ کر نیم پر چڑھ گئے اور نیم پر چڑھ کر جو شامیانے کو کھینچا تو شامیانہ بالکل ٹھیک تن گیا اور جھول بالکل نکل گیا۔ سید صاحب کی یہ دھج شاہ عبدالقادر صاحبؒ کو پسند آ گئی اور انھوں نے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے عرض کیا کہ سید احمد کو مجھے دے دیجیے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ لے جاؤ۔ اور سید صاحبؒ سے کہہ دیا کہ میاں! عبدالقادر کے ساتھ جاؤ۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ ان کو اپنے پاس اکبری مسجد میں لے آئے اور ایک حجرے میں ٹھہرا دیا۔ اور اشغال کے لیے فرمایا کہ میری سہ دری کے پاس بیٹھ کر کیا کرو۔ سید صاحبؒ نے اسی حکم کی تعمیل کی اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے حکم کے مطابق ذکر و شغل کرتے رہے۔ اور جو جگہ شاہ صاحب نے ان کو بتا دی تھی، سید صاحبؒ خواہ مینہ ہو یا آندھی یا دھوپ، برابر اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے اور جب تک شاہ صاحبؒ نہ کہتے تھے کہ اب یہاں سے اُٹھ جاؤ، اس وقت تک نہ اُٹھتے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے سید صاحبؒ کو ڈھائی برس اپنی خدمت میں رکھا اور شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ سید احمد حاضر ہیں۔ ان کو پرکھ لیجیے، پرکھا لیجیے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: میاں عبدالقادر! تم جو کہتے ہو۔ اب ان کی بیعت کی اجازت دے دو۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت! اجازت تو آپ ہی دیں گے اور ان سے آپ ہی کا سلسلہ چلے گا۔ شاہ صاحبؒ نے ان کو بیعت کی اجازت دے دی۔ اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی اللّٰہی نظامِ تعلیم و تربیت باہمی مشاورت، اعتماد، طالبین میں جوہر شناسی کی صلاحیت اور اُس کے مطابق تربیت، قیادت کے سراپا احترام جیسے جماعتی اُصولوں پر مبنی تھا۔

امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک عالم باعمل، تصوف اور دینی علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ولی اللّٰہی تحریک کے ایک سرگرم رہنما بھی تھے۔ جن کی ساری زندگی سراپا جدوجہد تھی۔ آپؒ کی پیدائش 6/ ذی قعدہ **1244**ھ/ **10/ مئی 1829**ء قصبہ گنگوہ ضلع سہارن پور میں ہوئی۔ آپؒ کے والدِ محترم مولانا ہدایت احمدؒ اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ 1836ء میں والدِ محترم کے انتقال کے وقت آپؒ کی عمر محض 7 سال کی تھی۔ فارسی کی تعلیم اپنے ماموں مولانا محمد تقیؒ اور مولانا محمد غوثؒ سے حاصل کی۔ عربی کی ابتدائی تعلیم مولانا محمد بخش رام پوریؒ سے حاصل کی۔ 1845ء میں دہلی تشریف لے گئے اور دہلی عربیک کالج میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ہم جماعت ہو گئے۔ اسی دوران ان دونوں بزرگوں کا بہت گہرا تعلق قائم ہو گیا تھا، جو آخری دم تک جاری رہا۔ آپؒ کے اساتذہ میں مولانا مملوک علیؒ، امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگرد مفتی صدرالدینؒ، شاہ عبدالغنی دہلویؒ اور شاہ احمد سعید دہلویؒ شامل ہیں۔ آپؒ اپنے ہم سبقوں میں سب سے ممتاز رہے۔ تحصیل علم کے بعد آپؒ تھانہ بھون تشریف لائے اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ حاجی صاحبؒ نے ایک بار آپؒ سے فرمایا: **''میاں رشید احمد! جو نعمت' حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی، وہ آپ کو دے دی۔ آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔''**

غرض یہ کہ ولی اللّٰہی تسلسل کی حامل شخصیات کی شاگردی اور ارادت کا یہ نتیجہ نکلا کہ وطن کی آزادی اور ترقی کی فکر لاحق ہوئی اور اس مقصد کے حصول کے لیے جان و مال کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی نے حریت کے اس جذبے کو مزید ترقی دی۔ جس کا عملی اظہار تھانہ بھون میں انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے مجلس شوریٰ میں ہوا۔ اس مجلس میں حاجی امداد اللہؒ، حافظ محمد ضامنؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور آپؒ کے علاوہ دیگر اکابرین نے انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جنگی اقدامات کے لیے انتہائی منظم طریقۂ کار اختیار کیا گیا۔ فوج، حفاظت، عدل اور قانون کے شعبہ جات قائم کیے گئے۔ آپ اکابرین کی قائم کی ہوئی اس حکومت کو عوام کا مکمل اعتماد حاصل تھا۔ 1857ء کے معرکے میں آپؒ نے انتہائی دلیری، شجاعت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا۔ شاملی اور تھانہ بھون میں انگریزوں کے خلاف بہت زیادہ کامیابیاں حاصل کیں۔ حافظ محمد ضامنؒ بھی اسی معرکے میں شہید ہوئے۔

تحریکِ جنگِ آزادی کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ روپوشی میں آپؒ راتوں چلتے، چھپتے اور پیدل سفر کرتے رہے۔ اسی دوران بمقام تِگری میں راؤ اشرف علی خاںؒ والد حضرت عالی مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے ہاں قیام فرمایا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 11 پر)

www.rahimia.org

تأثرات

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ
ایک شفیق مرشد اور مربی

از انجینئر آصف رضا میمن، خیر پور میرس

(حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے بارے میں نوجوان احباب اپنے تأثرات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اسی حوالے سے خیر پور میرس' سندھ سے تعلق رکھنے والے محترم جناب انجینئر آصف رضا میمن نے اپنے ایک مکتوب میں حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے بارے میں اپنے تأثرات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں ان کا یہ مکتوب قارئین کے مطالعے کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ مدیر)

محترم قبلہ حضرت اقدس شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ العالی

السلام علیکم! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت ہونگے۔

حضرت! اس نالائق اور بے عمل حقیر سے حضرت اقدسؒ کی محبت اور شفقت آپؒ کے اونچے قد کی دَین تھی۔ آپؒ انبیائے کرامؑ کی سنت کا عملی نمونہ تھے۔ یہ میں اس لیے تحریر نہیں کررہا ہے کہ احقر اہم ہو بلکہ حقیقت یہی ہے کہ یہ حضرت اقدسؒ کی عادتِ سعید تھی کہ ہر آنے والے شخص کو توجہ، دلکش تبسم ومحبت کے انعامات سے نوازتے رہتے تھے۔

حضرت اقدسؒ سے مجھے پہلی باسعادت ملاقات کا شرف دسمبر 1993ء کو حیدر آباد میں نصیب ہوا۔ کوئی سحر تھا، کوئی کشش تھی کہ کھنچا چلا آیا۔ پھر اندازِ گفتگو کی شیرنی اور توجہ کا کمال یہ تھا کہ آپؒ جیسے ہمارے بچھڑے ہوئے دوست تھے۔ اس وقت میری عمر کوئی 17 سال کی تھی۔ آپؒ کی شفقت اور توجہ کا عاشق بن کر تین دن حضرت اقدسؒ کے ساتھ مسلسل قیام رہا۔ حال آں کہ میں دوستوں کے اصرار پر یہ طے کرکے آیا تھا کہ حضرت اقدسؒ سے ملاقات کرکے فوراً واپسی کا راستہ پکڑوں گا۔ کیوں کہ سکول کے زمانے سے مختلف سیاسی و مذہبی تنظیموں میں غیر رسمی شمولیت رہی۔ ہر جگہ حسرت اور نفرت کی سیاست سے مایوسی ہو چکی تھی۔ یہی ذہن لے کر میں نے دوستوں کے اصرار کا لحاظ کرتے ہوئے حضرتؒ کی محفل میں شرکت کی۔

حضرت اقدسؒ حیدر آباد سے کراچی روانگی سے قبل مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحبؒ کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں بھی حضرتؒ کے ساتھ رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرے پاس اس وقت موٹر سائیکل تھی اور دل میں یہ تمنا جاگ اٹھی کہ کاش میں حضرت اقدسؒ کو لے کر چلوں، جو کہ بظاہر ممکن نظر نہیں آرہا تھا۔ بس! میں نے درخواست پیش کی اور اللہ کا کرم ہوا کہ حضرت اقدسؒ فوراً ایک بچے کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھنے کے لیے تیار ہوگئے۔ اس طرح مجھے حضرت اقدسؒ کی صحبت کی چند گھڑیاں نصیب ہوئیں۔ کراچی کوچ کے ذریعے روانگی سے قبل حیدر آباد سینٹرل جیل کی مسجد میں نمازِ عصر کا قیام ہوا اور وہیں میں نے حضرت کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

حیدر آباد میں جہاں جہاں حضرت والاؒ کا قیام ہوا، آپؒ وہاں تمام احباب سے محبت اور توجہ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ آپؒ کا اندازِ گفتگو دلوں کو جیتنے والا تھا۔ ہر ایک شریکِ محفل کو توجہ دینا اور اور چہرۂ انور تبسم کی دولت لیے لوگوں میں علم وشعور بکھیر رہا تھا۔

شیخ عبدالمجید مرحوم کے پاس بھی حضرت اقدسؒ کا قیام رہا۔ وہاں آپؒ کی مجلس میں احقر پاکستان میں پڑھائی جانے والی سائنس اور امریکا و یورپ کی علمی سرمایہ داری پر تنقید کررہا تھا۔ میری اس گفتگو اور تنقید پر حضرت اقدسؒ کا اندازِ سماعت ایسا تھا کہ کوئی نئی بات سنا رہا تھا۔ مجھے گفتگو کرتے وقت ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے بڑھ کر میرا کوئی قریبی نہیں، کوئی شفیق نہیں۔ ہم نے اس سے قبل یہ انداز دیکھا ہی نہیں تھا کہ ایک برگزیدہ ہستی کسی عام بچے سے جس کی نہ شہرت ہو، نہ علم ہو، نہ امارت' اس طرح شفقت اور پیار بانٹے کہ وہ بچہ جیسے آپؒ کا اپنا ہو۔

پہلے ہی دن حضرت اقدسؒ سے خط کے ذریعے رابطہ رکھنے کے لیے پتہ حاصل کیا۔ چناں چہ حضرت اقدسؒ کے نام خط تحریر کیا۔ جو کہ نہ خوش خط تھا نہ ہی اچھی اُردو۔ ایک چھوٹے سے عامیانہ خط کا حضرت اقدسؒ نے کسی تاخیر کے بغیر ایک طویل پُرمغز جوابی مکتوب تحریر کرکے روانہ کیا۔ میں نے جوابی لفافہ احتیاطاً اپنے نام و پتے کا ساتھ بھیجا تھا۔ اس لفافے کے اوپر بھی اپنے عکس کے نشانات نقش کیے۔ میرے نام کے آگے ''محمد'' تحریر کیا اور نام کے نیچے ایک لکیر کھینچی جو کہ توجہ اور محبت کا بھرپور انداز تھا۔ میں خط کھولنے سے پہلے لفافے پر ثبت کیے ہوئے نقوش سے جو کہ محبت اور شفقت کا منظر پیش کررہی تھی کافی دیر تک محظوظ ہوتا رہا۔

ایک دفعہ حضرت اقدسؒ کی معیت میں خیر پور سے محراب پور کے سفر کی سعادت نصیب ہوئی۔ پینجر ٹرین کی سیٹیں لکڑی کے پھٹوں کی تھیں۔ حضرتؒ کو اوپر برتھ پر لٹایا گیا اور ساتھ والی برتھ پر احقر بیٹھا۔ حضرتؒ کی قربت سے سکون حاصل کرتا رہا تھا۔ ذہن میں خیال آیا کہ حضرتؒ سارا سال نظریہ اور بزرگوں کے تعارف کے لئے بلا توقف پورے پاکستان کے دورے کرتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں حضرتؒ کی اہلیہ کیسے خوش رہتی ہوں گی۔ فوراً حضرتؒ نے اپنے دست مبارک سے گال پر پیار سے تھپکی دی اور فرمایا کہ: ''گھر میں نیک بخت ہم سے بہت خوش ہے۔ الحمد اللہ!''

جولائی 1996ء راولپنڈی میں شیخ افتخار احمد کے گھر میں حضرتؒ کا قیام تھا۔ رائے پور انڈیا کے ویزے کے حصول کے سلسلے میں کوشش ہورہی تھی۔ وہاں احقر بھی موجود تھا۔ اس قیام میں حضرتؒ سے لوگ ملنے آیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی آپؒ سے ملاتے تھے۔ ایک بچہ غالباً چھٹی کلاس کا، جو کہ اپنے والد کے ساتھ آیا ہوا تھا، اس نونہال کی حضرتؒ سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ حضرتؒ اس بچے کی طرف متوجہ رہے اور اُس سے اس انداز سے گفتگو کی کہ میرے جسم پر محبت کی شبنم برسنے لگی۔ وہ بچہ بھی حضرت اقدسؒ کو پاکستان کے قیام کے بارے جو پڑھایا جاتا ہے، محبت سے سنا رہا تھا۔ حضرتؒ نے بچے سے چند ایک ایسے سوالات کیے کہ وہ بچہ سوچتا رہا اور اقرار میں سر ہلاتا رہا۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

خوش خبری

لاہور میں 36 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم''

اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں دورۂ تفسیر قرآن حکیم منعقد کیا جارہا ہے

آغاز: 7/جون 2015ء بمطابق 20/شعبان المعظم 1436ھ بروز اتوار

اختتام: 12/جولائی 2015ء بمطابق 25/رمضان المبارک 1436ھ بروز اتوار

خصوصیاتِ دورۂ تفسیر قرآنِ حکیم:

1۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اصولِ تفسیر
2۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اُسلوبِ تفسیر
3۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تفسیری نکات

کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔ دورۂ تفسیر کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

- ☆ قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا جامع خلاصہ اور اس کے اہم نکات کا بیان
- ☆ شریعت کے حوالے سے اہم قرآنی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام
- ☆ اَخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے دینی اور روحانی ماحول
- ☆ قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی
- ☆ دورِ حاضر کے اہم عمرانی مسائل کے حوالے سے قرآنی افکار سے متعلق آگہی

اس دورۂ تفسیر میں شرکا کی رہنمائی کے لیے ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانش ورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔ گرمیوں کی تعطیلات اور رمضان المبارک کی مبارک ساعات میں طلبا اور تعلیم یافتہ نوجوان اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں۔ اس دورۂ تفسیر میں شرائط کے مطابق داخلہ لے کر قرآنی فکر و شعور سے آگہی حاصل کریں۔ دینی تقاضوں کی تکمیل کے لیے روحانی، اَخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے دینی ماحول کے اس اہم موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

ملکی معاشی نظام میں مزدوروں کی اہمیت

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے فرمایا:

''(برطانیہ سے آزادی حاصل کر لینے اور قومی پارٹیوں کے جمود توڑنے کے بعد) ہم اپنے ملک میں معاشی نظام کے مالک بن جائیں گے۔ (اپنے ملکی) ریزروبنک پر ہمارا قبضہ ہوگا۔ ہم اپنا بجٹ (اپنی ملکی) آمدنی سے متوازن بنائیں گے۔ ہم ہر ایک ہندوستانی کو روٹی کپڑا مہیا کریں گے۔ ہم اپنے مزدور اور کاشت کار کو یورپ کے مزدور اور کاشت کار سے معاشی حالت میں پیچھے نہیں رہنے دیں گے۔'' (خطبۂ صدارت بمقام مدراس۔ جون 1941ء)

(خطبات و مقالات۔ امام عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:373۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

بقیہ **عظمت کے مینار**

یوں تو سقوطِ دہلی (19/ستمبر 1857ء) کے بعد گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، لیکن انگریزی مظالم کی انتہا تھی کہ یکم/نومبر 1858ء کو عام معافی کے نمائشی اعلان کے باوجود جولائی 1859ء کو حضرت گنگوہیؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ 20 دن سہارن پور کی کال کوٹھری میں رکھا گیا۔ 6 ماہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد جنوری 1860ء کو رہا ہوئے۔ 1863ء کو حج کے ارادے سے حجاز تشریف لے گئے، جہاں اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور استاد شیخ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے بھی ملاقات ہوئی۔ وطن واپس آ کر گنگوہ میں تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے۔

1857ء کی تحریک کے بعد ولی اللّٰہی افکار کے فروغ کے لیے ایک ادارے کے قیام کی تجویز پیش ہوئی تو 1866ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آپؒ کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ 1877ء میں دوبارہ حجاز تشریف لے گئے اور ایک ماہ تک حاجی صاحبؒ کی صحبت میں رہے اور خوب استفادہ کیا۔ 1880ء میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے وصال کے بعد دارالعلوم کی سرپرستی فرمائی۔ 1881ء میں تیسری بار فریضۂ حج اور شیوخ سے ملاقات کے بعد وطن واپس آئے تو تدریس کے شعبے کو جاری رکھا۔ آپؒ کو حدیث، فقہ، اصولِ حدیث اور تفسیر کے ساتھ ساتھ تصوف کا ماہر خیال کیا جاتا ہے۔ تقریباً 50 برس درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ رہے۔

طب کے شعبے میں بھی مہارت کے حامل تھے۔ طب کی تعلیم بھی اپنی ماموں مولانا محمد تقیؒ سے ہی حاصل کی تھی۔ بچپن ہی سے خوش الحان واقع ہوئے۔ قرآنِ حکیم کی تلاوت فرماتے تو سماں بندھ جاتا۔ سامعین کا دل چاہتا کہ سنتے ہی رہیں۔

''تذکرۃ الرشید'' میں آپؒ کی 15 کتب کا تذکرہ ملتا ہے، لیکن ''فتاویٰ رشیدیہ'' آپؒ کا خاص علمی شاہ کار ہے۔ آپؒ سے استفادہ کرنے والوں میں حافظ محمد احمدؒ، مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اور امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ سینکڑوں علمائے کرام نے آپؒ سے استفادہ کیا، جنھوں نے اپنے دور میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

1895ء میں آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے بصارت جاتی رہی تو درس و تدریس کی بجائے اصلاحِ باطن اور تربیتِ مریدین میں مشغول رہے۔ 1905ء میں پاؤں کی اُنگلیوں پر کسی زہریلے کیڑے کے کاٹنے کی وجہ سے شدید بیمار ہو گئے تھے۔ اس بیماری سے جاں بر نہ ہو سکے اور 11/اگست 1905ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے آپؒ کی تاریخِ وصال اس جملے سے نکالی ہے:

''كُنْتَ حَمِيْدًا لَمُتَّ شَهِيْدًا.''

اللہ تعالیٰ ہمیں امامِ ربانیؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

اھم اعلان

تقریبِ تکمیل بخاری شریف

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں ہر سال دورۂ حدیث شریف کی کلاس ہوتی ہے۔ اس کلاس میں صحیح بخاری شریف کا درس ہمیشہ ہوتا ہے۔ امسال حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ نے اس کتاب کا درس دیا ہے۔

سال کے اختتام پر ادارہ رحیمیہ لاہور میں ''صحیح بخاری شریف'' کی تقریبِ تکمیل

مؤرخہ: 17/ مئی 2015ء / 27/ رجب المرجب 1436ھ

بروز: اتوار بوقت: صبح 10 بجے

کو منعقد ہوگی۔ جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ کے بیانات ہوں گے۔ اور حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے۔ تمام احباب اس بابرکت تقریب میں شرکت فرمائیں۔

بقیہ: ایک شفیق مرشد اور مربی

اسی طرح حضرتؒ کی معیت میں گزرتا ہوا ہر پل ہماری زندگی کے لیے مشعلِ راہ بنتا رہا۔ حضرت اقدسؒ کا وصال ہوا۔ جس سے دل و دماغ دہل گئے۔ سینے میں آہ و فغاں کی آوازیں روکے نہ رکیں۔ آنکھیں پُرنم رہیں اور لب تھرتھر کانپتے رہے۔ اس خیال میں گم ہوگئے کہ اب آنے والے لمحے حضرتؒ کے بغیر کیسے کٹیں گے۔ زمیں نگل جائے یا آسمان اُٹھالے۔ پس ایک ڈھارس رہی کہ حضرت اقدسؒ کی بنائی ہوئی جماعت موجود ہے۔ جس میں وہ تمام تر امانتیں جو آپؒ نے اپنے اسلاف سے لیں، منتقل کردیں۔ اور تمام لوگوں کو بزرگوں کا تعارف کرا کے انعمت علیھم والی جماعت سے اتصال کیا۔ اس طرح انھوں نے سچی جماعت کی اہمیت اُجاگر کی اور ایک بہت بڑی تربیت یافتہ جماعت عظیم اثاثے کی صورت میں چھوڑ کے خالقِ حقیقی سے جاملے۔

إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون o

دعاؤں کا طلب گار ؛ آصف رضا، خیر پور، سندھ

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال تعلیم آج کی زندگی کا ناگزیر حصہ ہے۔ آج کے دور میں بچیوں کو جدید تعلیم مثلاً میڈیکل، انجینئرنگ، کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم دینا کیسا ہے؟ کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب عصرِ حاضر کے ناگزیر تقاضوں کے مطابق بچیوں کو تعلیم دلوانا مستحسن امر ہے۔

سوال بچوں کے لیے قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم بہت ضروری ہے۔ یورپ اور دیگر ممالک میں مقیم مسلمان خاندانوں کے بچے آن لائن پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کیا انٹرنیٹ کے ذریعے سے قرآن پاک کی آن لائن تعلیم حاصل کرنا اور تعلیم دینا شرعاً جائز ہے؟

جواب انٹرنیٹ کے ذریعے قرآن پاک یا اس کے علاوہ دینی تعلیم بذریعہ آن لائن دینا یا حاصل کرنا درست ہے۔

سوال زکوٰۃ کی رقم زیادہ ہے۔ یک مشت دینا مشکل ہے۔ تو کیا وقفے سے تین یا چار اقساط میں ادا کی جاسکتی ہے؟ نیز حق دار کو مد بتائی جانا ضروری ہے؟ مزید کہ یہ بات علم میں آئی ہے کہ زکوٰۃ صرف حکومت کو ادا کی جائے — جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ کے متعلق حکم نامہ جاری فرمایا — جب کہ آپ کے محلّہ دار اور رشتہ دار بھی زکوٰۃ کے مستحق ہوں۔ سائل: عرفان شہزاد، سرگودھا

جواب زکوٰۃ کی رقم کے حصے بنا کر ماہانہ یا ہفتہ وار اقساط میں ادا کرنا جائز ہے۔ زکوٰۃ دہندہ حق دار کو دیتے وقت ادائیگی فرض کی نیت کرے۔ حق دار کو بتانا ضروری نہیں۔ حکومت اگر اسلام کا مکمل قانونِ شریعت اس کی اصل روح کے مطابق صحیح معنوں میں نافذ کرے اور امانت و دیانت سے مصارف میں خرچ کرسکتی ہو تو وہ بھی زکواۃ لینے کی ذمہ دار ہے۔ بصورتِ دیگر مستحقین زکوٰۃ، یتامیٰ مساکین وغیرہ، خواہ رشتہ دار ہوں یا محلّہ دار ہوں ان کو خود تحقیق کرکے زکواۃ ادا کرنی چاہیے۔

سوال کیا کوئی خاتون اپنے مخصوص ایام میں قرآنِ پاک کی اور دینی تعلیم دے سکتی ہے؟ محمد اشفاق، راولپنڈی

جواب خاتون مخصوص ایام میں قرآن پاک کی یا دینی تعلیم دے سکتی ہے، البتہ بغیر کپڑے کے قرآن پاک کو چھو نہیں سکتی اور نہ اس کی تلاوت کرسکتی ہے۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر	(چشتیاں)	حضرت سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)	حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی	(شکارپور)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی	(لاہور)	حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)	حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر	(اسلام آباد)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن	(نوشہرہ)	حضرت مولانا محمد اشرف اثر	(حیدرآباد)	حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز	(جھنگ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری	(بہاولنگر)	حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)	حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خان)	حضرت حاجی محمد بلال بلوچ	(قاضی احمد)	حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ	(کوئٹہ)
		محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ	(سرگودھا)	محترم سید خالد ریاض بخاری	(سعودی عرب)
		محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)	محترم قاری محمد ایاز جدون	(مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔